Dareecha-eTahqeeq

دریچۂ تحقیق

ISSN PRINT 2958-0005 ISSN Online 2790-9972

VOL 4, Issue 1

www.dareechaetahqeeq.com dareecha.tahqeeq@gmail.com

محمد محسن خالد

لیکچرار، گورنمنٹ شاہ حسین ایسوسی ایٹ کالج، لاہور

فنِ محاورہ کا اجمالی جائزہ

Muhammad Mohsin Khalid

Lecturer, Government Shah Hussain Associate College, Lahore

A Breif Overview of "Fan –e- Mohavra"

The literature of any language consists of many kinds of linguistic and cultural elements, like idioms, proverbs, and symbols. An idiom is a cultural element of a language peculiar to a people or district, community, or class. The quality of the poetry of a poet of any language is determined by how many idioms, proverbs, and proverbs are used in his speech. In poetry, the use of idioms is given the most importance. This is because, in the language, it works as a coating on gold. This is a style of thought that is found in prose literature in general and in poetry literature in particular. Due to this, a poet gets permanent status and his eternal status is established among people. The paper discusses a brief overview of the art of idioms.

Key Words: Literature, Language, Grammar,Ideom, Ghazal,Classic, Poet

کلیدی الفاظ: محاورہ، کلاسیکی شعراء، فنی آہنگ، علم بیان و بدیع اور صنائع

کسی بھی زبان کے شاعر کی جملہ شاعری کی خوبی کا معیار یہ متعین کیا جاتا ہے کہ اس کے کلام میں محاورات، ضرب الامثال اور کہاوتوں کا کتنا استعمال ہوا ہے۔ شعر میں محاورے کے استعمال کو سب سے زیادہ اہمیت دی جاتی ہے۔ یہ اس لیے ہے کہ زبان میں یہ سونے پر سہاگے کا کام کرتا ہے۔ محاورے کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ عام فہم ہوں، لوگوں کی زبان پر آسانی سے رواں ہو جائیں اور عوام میں یکساں مقبول ہوں۔

کلاسیکی اُردو شعرا کے کلام میں یہ صفت پوری طرح پائی جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کلاسیکی شعرا کے کلام کو سندِ امتیاز حاصل ہے۔ محاورے کے استعمال کے حوالے سے ایک خوبی یہ بھی بتائی جاتی ہے کہ کلاسیکی شعرا نے اپنے کلام میں محاورات کا اس قدر استعمال کیا ہے کہ ان محاورات کو اگر اکھٹا کر لیا جائے تو ایک ضخیم لغت تیار ہو سکتا ہے۔ کلاسیکی شعرا کے کلام میں محاورات کا استعمال کلاسیکی شعریت کو جدید شعرا کے فنی آہنگ سے ممتاز کرتا ہے اس کی وجہ اساتذہ کے علم بیان و بدیع اور صنائع و ابلاغ پر دسترس ہے۔

کلاسیکی شعرا کے کلام کے مطالعہ یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ ان شعرا نے اپنے کلام میں محاورات کو انگشتری کے نگینے کی طرح تراش کر سجایا اور اپنے کلام کو منور کیا ہے۔ ان کے کلام میں شائد کوئی غزل ایسی ہو جس میں محاورے کا استعمال نہ ملتا ہو۔ میرؔ غالبؔ تو بادشاہ سخن ٹھہرے۔ داغؔ محاورے اور روزمرہ کے اُستاد ہیں۔ کلاسیکی غزل میں محاورات کے اس التزام کی مذکورسے بہتر مثال تاحال کسی اور شاعر کے ہاں دکھائی نہیں دیتی۔

محاورے کی مختلف تعریفات

محاورہ اُردو زبان میں بہت زیادہ مستعمل ہے۔ محاورے کا عام بول چال کی زبان میں استعمال اس عام ہے کہ پوری بات محاورے کی زبان میں ادا ہو جاتی ہے۔ اُردو محاورات کے بکثرت استعمال کا نمونہ دیکھنا ہو تو میرؔ، غالبؔ اور داغ کے کلام کو دیکھ لیجیے۔ یہ محاورہ ہی ہے جس کی وجہ سے اُردو زبان کے شعر و ادب میں رچاؤ، مٹھاس اور چاشنی کا ذائقہ ملتا ہے۔ یہ ایک ایسی طرزِ فکر ہے جو نثری ادب میں عموماً اور شعری ادب میں خصوصاً پائی جاتی ہے۔ ڈاکٹر فقیر محمد فقیر محاورے کے بارے میں لکھتے ہیں:

"محاورہ ادب میں (نثر اور نظم) دونوں اصناف میں استعمال ہوتا ہے۔ یہ ایک طرز فکر ہے جسے محاورے کے ذریعے ادب میں دوام حاصل ہوا ہے۔ اس کی وجہ سے کوئی شعر یا شاعر مدام حیثیت حاصل کرتا ہے اور لوگوں میں اس کی لازوال حیثیت قائم ہو جاتی ہے۔ اس کے ذریعے پختہ اقدار کو مزید پختہ ہونے میں مدد ملتی ہے۔"[1]

 Corresponding Author's Email: mohsinkhalid53@gmail.com

لغت کے اعتبار سے محاورہ کسی خاص طبقے کی بات چیت کو کہتے ہیں۔اصل میں محاورہ ایک پہلو دار جملے کو کہتے ہیں جو عام بول چال کی زبان اور اس کے قواعد اور اُصول کے مطابق استعمال ہوتا ہے۔ یہ عام معنی کے علاوہ ایک خاص معنی بھی دیتا ہے۔

مقبول بیگ بدخشانی لکھتے ہیں:

"زبان کے اُصول کے مطابق دو یا دو سے زیادہ لفظ جب مصدر سے مل کر اپنا جداگانہ مطلب وضع کر لیتے ہیں۔انھیں محاورہ کہا جاتا ہے۔"2

محاورے میں جو الفاظ استعمال ہوتے ہیں وہ محض شمار کے ہوتے ہیں۔ جو الفاظ متعین کر لیے جاتے ہیں، ان میں کسی طرح کا بدلاؤ نہیں کیا جا سکتا۔اگر ان متعین الفاظ میں کوئی لفظ بدل لیا جائے تو محاورہ، محاورہ نہیں رہتا۔ جس حقیقت آمیز تجربے کا کسی دانشور نے مخصوص الفاظ میں ذکر کیا ہوتا ہے وہ ہمیشہ ویسا ہی رہے گا اُسے بدلا نہیں کیا جا سکتا۔اسی طرح محاوروں میں الفاظ کی ایک اپنی حقیقت، جگہ اور مزاج ہوتا ہے جنھیں کسی صورت تبدیل نہیں کیا جا سکتا۔

محاورہ ایک ایسی طرزِ فکر ہے جس کے ذریعے زبان کی فصاحت میں چاشنی اور وبلاغت میں اضافہ ہوتا ہے۔ محاورہ اُردو نظم و نثر دونوں میں یکساں مستعمل ہے۔اس طرزِ فکر میں ایک ایسی طاقت اور قوت ہے جو ادب کو لازوال اور مدوامت عطا کرتی ہے۔اس کی جڑیں عوام کے دل سے پھوٹتی ہیں اور زمین سے اپنا رشتہ اُستوار کرتی ہیں۔

ڈاکٹر شہباز ملک محاورے کی اس طرز فکر کے بارے میں لکھتے ہیں:

"محاورہ بول چال نکھارنے کا سبب بنتا ہے اور اپنے مطالب و مفہوم دوسرے تک درست طریقے سے پہنچانے میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔ بول چال میں محاورے کا استعمال سوجھ بوجھ پیدا کرتا ہے اور سننے والے کو معجزاتی طور پر اپنی طرف متوجہ کرتا ہے۔ کسی بھی زبان میں محاورہ ایک بہتی ہوئی ندی کی رواں لہروں کی مانند ہے۔"3

زبان کسی بھی قوم کی تہذیبی ترقی کا آئینہ ہوتی ہے، جس کا اظہار الفاظ سے منسلک جذبات کی وابستگی سے ہوتا ہے۔ محاوروں اور کہاوتوں سے اس میں نکھار پیدا ہوتا ہے۔ محاورہ عربی زبان سے رواج پاتے ہوئے اُردو زبان میں آیا۔اُردو میں یہ "محاورہ" اور انگریزی میں " Idiom " کہلایا۔

محاورہ زبان کا روپ اور سنگھار ہوتا ہے۔اس کے استعمال سے نثر کی عزت بڑھ جاتی ہے اور نظم کا قد کاٹھ بلند ہو جاتا ہے۔ محاورے سے شعر میں حُسن اور جاذبیت پیدا ہوتی ہے جبکہ زبان و بیان کی شائستگی دل میں گھر کر جاتی ہے۔

دُنیا کی کوئی بھی زبان محاورے سے خالی نہیں ہے۔ محاورے کے بغیر کوئی بھی فن پارہ ادبِ عالیہ میں شمار نہیں کیا جا سکتا۔ محاورے سے زبان کی تنومندی اور ارتقائی اوج متشکل ہوتی ہے۔اس کے استعمال سے لفظوں کی کثیر الجہتی پرتیں کُھلتی ہیں اور کلام میں اختصار پیدا ہوتا ہے۔اس کے استعمال سے زبان کی باریکی اور لطافت کے دروا ہوتے ہیں۔ معنی کو الفاظ کے پیرہن میں سجا، سنوار کر پیش کرنے کا نام محاورہ ہے۔ مطالب کو سمندر کے کوزے میں بند کرنے کا نام محاورہ ہے۔ محاورہ زبان کے پھیلاؤ اور خیال کی وسعت پر گرفت کو مضبوط کرتا ہے۔ محاورہ کثیر الجہتی مطالب کو کم سے کم الفاظ میں بیان کو محاورہ کہا جاتا ہے۔

دورانِ گفتگو محاورے کے پس پردہ خاص مطالب کو ادا کرنے کا اس سے بہتر اور کوئی ذریعہ نہیں ہے۔ یہ طرز فکر محاورے کے اُسلوب سے عدم دلچسپی رکھنے والوں کو مفاہیم کے ابہامی سراب میں مبتلا کر سکتا ہے جبکہ بادی النظر میں بُعد کے معنٰی کو قُرب کی آگہی عطا کرتا ہے۔ محاورہ میں رمز و ایمایت کا عنصر نمایاں ہوتا ہے جس سے کسی خاص بات کو عام سے جُدا کرنا اور ابلاغ کا کام لینا علامات واستعات سے نسبتاً آسان اور سہل ہوتا ہے۔

محاورے وضع کرنے والے شعرا اور ادیب اب کثرتاً باقی نہیں رہے لیکن اُردو زبان وادب میں جو محاورات متقدمین کی دین ہیں وہ آج بھی اُن کے زندہ اور باقی رہنے کا جواز ہیں۔ ذخیرہ محاورات سے اُردو زبان وادب کے رئیسانہ مزاج کا پتہ چلتا ہے۔

محاورہ ضرب المثل سے بالکل الگ اور جدا چیز ہے۔ ضرب المثل کی بنیاد تجربے پر ہوتی ہے۔ یہ اپنے آپ میں ایک مکمل جملہ ہوتا ہے جبکہ محاورہ لسانیاتی سیاق میں وضع کیا ہوا "اختصاریہ" ہوتا ہے جس میں مفصل بات، تجربے اور مشاہدے کا بیان ہوتا ہے۔ محاورے کو اہل زبان گرامر کے اُصولوں کے تحت وضع کرتے ہیں جس میں عام لفظ ہونے کے باوجود خاص مطالب پوشیدہ ہوتے ہیں۔ محاورے کے الفاظ مبہم اور پیچ دار ہوتے ہیں جس میں رمز وایمایت کی آمیزش ہوتی ہے۔ مقبول بیگ لکھتے ہیں:

"محاورہ ایک ایسا جملہ ہے جس کے تھوڑے لفظ بھی بہت معنی دیتے ہیں اور بات میں اثر پیدا کرتے ہیں۔ بات محاورے میں آکر اُصول کا درجہ اختیار کر لیتی ہے۔ محاورے میں بدلاؤ کا عمل جاری رہتا ہے۔"4

زبان کو اگر صنفِ لطیف کہا جائے تو محاروات کو اس کا زیور کہنا پڑتا ہے۔ محاورے سے کسی زبان کی ترقی کا پتہ چلتا ہے۔اُردو زبان میں محاورت کی کمی نہیں ہے۔اُردو زبان میں محاروات کا ایک وسیع ذخیرہ موجود ہے۔اگر ان محاروات کو ایک جگہ جمع کر لیا جائے تو آنے والی نسلیں ان سے خوب استفادہ کر سکتی ہیں۔

مذکورہ بحث سے ہمیں محاورہ کے سیاق وسباق اور اس کے جواز کا بخوبی اندازہ ہوا ہے۔ اب محاورے کے لغتی معنی کی متعین صورتوں کے حوالے سے اہل زبان و ادب کی آراء کا مختصر جائزہ لیتے ہیں۔

محاورے کے لغتی معنی متعین کرنے کے لیے کچھ لغات سے حوالے پیش درج کیے جاتے ہیں:

نسیم اللغات میں محاورے کے یہ معنی لکھے ہیں:

''محاورہ سے مراد: اپنے آپ سے گفتگو کرنا۔ بول چال۔ وہ کلام جو لغتی معنی کی مناسبت سے یا غیر مناسبت سے کسی خاص معنوں کے لیے مخصوص کر لیا جائے۔ جسے لوگ روزمرہ کی زبان میں مرادی معنی بولتے ہیں۔'' 5

فیروز اللغات میں محاورے کے معنی کے حوالے سے اس طرح مندرج ہے:

''اہم ہم کلام ہونا، آپس میں گفتگو، بول چال، بات چیت، سوال و جواب، اصلاح عام وہ کلمہ یا کلام جسے اہل زبان لغتی معنوں کی مناسبت اور غیر مناسبت سے کسی خاص مفہوم کے لیے استعمال کریں، مشق، مہارت وغیرہ۔'' 6

علمی اُردو لغت میں محاورے کے بارے میں اس طرح تحریر ہے:

''بول چال، بات چیت، باہمی گفتگو، عادت، مشق، مہارت۔ محاورہ وہ کلمہ، کلام جسے اہل زبان نے لغوی معنوں کی مناسبت سے یا غیر مناسبت سے کسی خاص معنوں کے لیے مخصوص کر لیا ہو۔'' 7

پنجابی اُردو ڈکشنری میں محاورے کا معنی اس طرح درج ہے:

''ہیت، عادی، عادت، دستور، خاص، معنی والا، پرچلت، مہارت رواج، ریت، ہینا۔'' 8

آئینہ اُردو لغت کے مطابق:

''محاورہ اُس کلمے یا جملے کو کہا جاتا ہے جسے اہل زبان نے لغوی معنوں کی مناسبت سے یا غیر مناسبت سے کسی خاص معنوں کے لیے مخصوص کر کر لیا ہو۔ بول چال، بات چیت، باہمی گفتگو، عادت، مشق، مہارت۔'' 9

محاورے کی بُنت الفاظ کی محتاج ہوتی ہے۔ محاورہ کی عربی جمع محاورات ہے اور اُردو میں اسے محاورے / محاوروں کہا جاتا ہے۔ انگریزی میں محاورہ کے لیے Idiom کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔

ماہرین لسانیات کے ہاں محاورے کا مفہوم کچھ اس طرح ملتا ہے:

1۔ پھرنا، گردش کرنا، عام بول چال، کلام گفتگو (اُردو تلمیحات و مصطلحات)

2۔ اک دوسرے کو جواب دینا، بات چیت کرنا (بیان اللسان)

3۔ عادت، مشق، مہارت، ربط (مہذب اللغات از مہذب لکھنوی)

4۔ محاورے کے عربی معنی "جواب' دینا ہے۔ (علمی اُردو لغت)

محاورے کی جملہ تعریفات کو نکات کی صورت میں یوں بیان کیا جا سکتا ہے:

۱۔ وہ کلام جس کے معنی غیر موضوع کے تناظر میں بیان ہوں، محاورہ کہلاتا ہے۔ محاورہ کم سے کم دو کلموں کا مرکب ہوتا ہے۔ محاورے میں قواعد کی کبھی خلاف ورزی نہیں ہوتی۔

۲۔ محاورہ لغت کے اعتبار سے کسی خاص طبقے کی بات چیت کو کہا جاتا ہے۔ اصل میں اُس پہلو دار جملے کو محاورہ کہا جاتا ہے جو روزمرہ بولی جانے والی زبان کے اُصولوں کے مطابق وضع کیا گیا ہو اور عام مفہوم سے بڑھ کر معنی دے۔

۳۔ جب ایک یا ایک سے زیادہ الفاظ مصادر سے مل کر اپنے حقیقی معنوں سے بڑھ کر معنی دیں تو اُسے محاورہ کہتے ہیں۔

محاورے میں مصادر کے سبھی مشتقات استعمال کیے جاتے ہیں۔ محاورے میں لفظی کمی بیشی کرنے کا اختیار کسی کے پاس نہیں ہے۔ اہل زبان اگر اس میں کچھ کمی بیشی کر لیں تو اُن کے لیے یہ جائز ہے کیوں کہ اہل زبان کی لفظیات اور ڈکشن سند کی حیثیت رکھتا ہے۔ ان کے ہاں الفاظ کی اُکھاڑ پچھاڑ جائز ہے۔ مصادر کے سبھی مشتقات کا استعمال محاورے کے اس تناظر میں نہیں آتا۔

۴۔ ''کلمہ یا کلام جسے کچھ ماہرین نے لغوی معنوں کی مناسبت سے کسی خاص معنی کے لیے مخصوص کر لیا ہو یعنی لفظ کچھ کہہ رہے ہوں اور معنی کچھ''۔ 10

۵۔ ”دو یا دو سے زیادہ الفاظ کا مرکب جو اپنے حقیقی معنوں کی بجائے مجازی معنوں میں استعمال ہو اور اہل زبان کی عام بول چال کے مطابق ہو۔ یعنی اس میں روزمرہ کی پابندی ہو۔ اُسے محاورہ کہتے ہیں“۔ 11

۶۔ ”محاورہ الفاظ کا ایسا مجموعہ ہے جس میں الفاظ عام ہوتے ہیں لیکن محاورے کی ترتیب الفاظ سے کچھ خاص معنی کا تقاضا کرتی ہے“۔ 12

۷۔ ”کسی خاص گروہ کی بول چال، عادت، مشق، مہارت، روزمرہ کی عادت“۔ 13

محاورہ لغت میں بات چیت کو کہتے ہے۔ گرامر کی اصطلاح میں اس کی تعریف یہ ہے:

”جب کوئی ایک یا کئی الفاظ کسی مصدر کے ساتھ مل کر حقیقی معنوں کی بجائے مجازی معنوں میں استعمال ہوں اور اہل زبان کی بول چال کے مطابق ہوں، انھیں محاورہ کہتے ہیں“۔ 14

جابر علی سید نے محاورے میں موجود رنگ کو استعاراتی صورت قرار دیا ہے۔ اُنھوں نے یہ بھی کہا ہے کہ بہت سے محاورے ایسے ہیں جن کی بنیاد استعارے پر رکھی گئی ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

”ہمارے بلاغت کے علما محاورے میں استعارے کی کھوج نہیں لگا سکے۔ کیوں کہ اُردو میں شاعروں نے استعارے کا استعمال کیا ہے اور زیادہ استعمال محاورے کے سلسلے میں کیا ہے کیوں کہ بہت سے محاورات کی بنیاد استعارات پر ہوتی ہے۔“ 15

یہ جو کہا جاتا ہے کہ بہت سے محاورات کی بنیاد استعارات پر ہوتی ہے۔ یہ زیادہ درست بات نہیں ہے۔ استعارے کی جگہ تمثیل کہا جائے تو زیادہ بہتر اور مناسب ہے۔ کنائے کا استعمال بھی زیادہ تر محاورے میں ہوتا ہے۔ محاورہ ایک "مردہ استعارہ" ہے (فیلن)۔ یہ ایک انگریز کا خیال ہے۔ مولانا حالی کی دی ہوئی مثال میں یہ مردہ نہیں ہے بلکہ زندہ استعارہ ہے۔ جس کا موقع محل کے لحاظ سے استعمال شعر میں جان پیدا کر دیتا ہے۔ معروف نقاد رچرڈ کے بقول:

”استعارہ زبان کی وہ بنیادی نیو ہے جو بول چال سے زیادہ روزمرہ کی زبان میں استعمال کیا جاتا ہے۔“ 16

مذکورہ بالا تعریفات کا مجموعی جائزہ لینے کے بعد ملخص یہ کہا جا سکتا ہے:

☆۔ محاورے میں کم سے کم دو لفظ ہوتے ہیں۔

☆۔ محاورے قواعدی گرامر کے مطابق ہوتے ہیں۔

☆۔ محاورے اہل زبان کی بول چال (روزمرہ) کے مطابق ہوتے ہیں۔ یعنی:

(الف) محاورہ اصلی معنوں کی بجائے مجازی معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔

(ب) محاورہ کے معنی اپنے اصلی معنوں سے زیادہ مطالب دیتے ہیں۔

(ج) محاورہ عام لفظی معنوں کی بجائے خاص لفظی معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔

☆۔ محاورہ میں مصدر ہوتا ہے۔

☆۔ محاورے میں موجود تمام مشتقات استعمال ہو سکتے ہیں لیکن اصل محاورے کی لفظیات میں کوئی ردوبدل نہیں ہو سکتا۔

☆۔ استعارے میں بھی محاورے کی جھلک ہوتی ہے۔

مذکورہ بالا محاورے کی تعریفات وہ ہیں جنھیں حوالے کے طور پر تحریر کیا گیا ہے۔ یہ تعریفات ہی محاورے کی متعین اور مخصوص تعریف کا تعین کرنے میں اہم کردار ادا کرتی ہیں۔

محاورے میں کچھ خفیف اجزا ایسے ہوتے ہیں جو عام مطلب کی جگہ بہتر مطالب دیتے ہیں۔ یہ ایک لحاظ سے پہلودار ہوتے ہیں۔ یہ پہلودار جملے روزمرہ بولی جانے والی زبان کے اُصولوں کے مطابق ہوتے ہیں۔ جیسے: "ہاتھ ٹوٹنا"۔ یہ روزمرہ بات چیت کا ایک پہلو ہے؛ جس نے محاورے کا روپ اختیار کر لیا ہے۔

یہ محاورہ جب جملے میں اپنے اصلی معنی کے ساتھ استعمال ہو گا تو محاورہ نہیں ہو گا بلکہ اا اصلی معنی بیان کرے گا؛ لیکن جب بطور محاورہ استعمال ہو گا تو اس کا مطلب "طاقت کا ٹوٹ جانا اور کمزور ہونا" مراد لیا جائے گا۔ ڈاکٹر شہباز ملک لکھتے ہیں:

”محاورے زندگی کے روزمرہ استعمالات سے جنم لیتے ہیں جنھیں متنوع صورت میں استعمال کیا جاتا ہے۔ یہ زبان کی روایت کو مضبوط کرتے ہیں اور تفہیم کے در وا کرتے ہیں۔ اس طرح زبان کے ابلاغ کا سارا بوجھ محاورے کے کاندھے آپڑتا ہے جسے محاورہ کمال خوبی سے سنبھال کر زبان سے اپنی وابستگی اور سیانف کا ثبوت دیتا ہے۔“ 17

محاورے کی سب سے بڑی خوبی یہ ہوتی ہے کہ اس کے توسط سے شعر سنتے ہی زبان پر رواں ہو کر حافظے کا مستقل حصہ بن جاتا ہے۔ شعر میں محاورہ، ضرب

المثل اور کہاوت کا استعمال شعر کو چار چاند لگا دیتا ہے جس سے شعر زبر دستی زبان پر رواں ہو جاتا ہے۔

محاورے سبھی زبانوں میں ہوتے ہیں۔ لوگوں کی عوامی زبان اور مقامی لب و لہجے کی آمیزش سے زبانیں اپنے ذخیرہ الفاظ میں اضافہ کرتی رہتی ہیں۔ اُردو زبان میں پُر اثر اور دیدہ زیب محاورات کا ایک ذخیرہ موجود ہے جو لوگوں کے رویوں کے پس منظر میں پنہاں تاریخ کی سماجی حیثیت اور عوامی رجحان کا پتہ دیتا ہے۔ ان کے ذریعے لوگوں کی زندگی کے دُکھ، سکھ، خوشیاں، اذیتیں، خواہشیں، آرزوئیں، محرومیوں اور ناکامیوں اور نفسیاتی الجھنوں سمیت تہذیب و تمدن کی پر چلت کا اظہار ہوتا ہے۔

ترقی یافتہ زبان وہ ہے جو زمانے کی مشکلات اور مصائب سے گزر کر اور رد و قبول کے بھنور سے نکل کر آگے بڑھتی ترقی کا سفر جاری رکھتی ہے۔ اس میں نئے نئے الفاظ، نئی نئی اصطلاحیں اور نئے نئے محاورات بنائے، اُردوائے اور وضع کیے جاتے ہیں؛ جو زبان کی طبعی عمر اور قد و قامت میں اضافہ کرتے ہیں۔ اس سے زبان کے وسیع استعمال کا اندازہ ہوتا ہے اور زبان نئے ذائقے سے آشنا ہوتی ہے۔ اس میں نئی جہتیں اور نئے راستے کھلتے ہیں جس سے ترقی کا سفر ہوتا چلا جاتا ہے۔ فخر الدین صدیقی لکھتے ہیں:

"محاورے زبان کے بڑھتے ہوئے استعمال کے ساتھ ساتھ زبان کے قرینوں کو بھی سامنے لاتے ہیں۔ جب کوئی کلمہ یا کلام لغت کے لحاظ سے لغوی معنی کی مناسبت سے کسی خاص مطالب کے لیے مخصوص کر لیا جائے تو اسے محاورہ کہا جاتا ہے۔"18ل

اُردو زبان میں محاورات کا استعمال اس قدر عام ہے کہ بعض علمی اور ادبی حلقے اس وصف کو زبان دانی کا معیار قرار دیتے ہیں۔ بعض دفعہ لوگ محاورے کے لغوی معنی جانے بغیر شعر میں استعمال محاورے کے پس منظر میں پنہاں مفہوم کو سمجھ لیتے ہیں۔ یہ آگہی محاورے کی اہمیت اور زبان دانی کی اُٹھان کا پتہ دیتی ہے۔

محاورہ زبان کی خاص بول چال کو کہا جاتا ہے۔ اُردو زبان پاک و ہند میں یکساں بولی، پڑھی اور لکھی جاتی ہے۔ کلاسیکی اُردو زبان کے دہلی اور لکھنو کے مراکز گو، آج اُس طرح باقی نہیں رہے مگر افسوس اس بات کا ہے کہ جدید دور میں جہاں اُردو دُنیا کی تیسری بڑی زبان بن چکی ہے۔ پاکستان میں اس کا چلن، روزمرہ اور محاورہ کے تناظر میں مزید کم ہو گیا ہے۔ انگریزی زبان کی یلغار اور مغرب نواز پالیسیوں نے اس زبان کو عام بول چال کی زبان سے ہٹا کر سمندر پار زبانوں بالخصوص انگریزیت سے جوڑا کر اس کے حُسن کو گہنا دیا ہے۔

ٹھیٹھ اُردو زبان کی روایت، اپنی اصلی صورت میں اب شائد ہی پاک و ہند کے کسی علاقے میں رائج ہو گا۔ البتہ کچھ مخصوص طبقوں اور علاقوں میں اب بھی اُردو زبان کے ٹھیٹھ لب و لہجے کی گونج سنائی دیتی ہے مگر اس کی لے مبہم اور مدھم ہو گئی ہے۔ کلاسیکی شعرا نے اپنے کلام میں محاوروں کو دُلہن کے فطری سنگھار کی مانند اس کی نوک پلک کو سنوارنے پر توجہ دی ہے۔ ان شعرا کے کلام میں جابجا محاورات کا استعمال ان کے ذوقِ مشرقیت کا پتہ دیتا ہے۔

جدید دور میں مادہ پرستی کے رجحان نے نہ صرف زبان کے اصل ذائقے سے حواس کو محروم کر دیا ہے۔ مرورِ وقت کے ساتھ تیزی سے بدلتے اس ہنگامی دور میں لوگ اپنی تہذیب، روایت اور مشرقی اقدار کو بھولتے جا رہے ہیں۔ محاورہ کومل جذبات اور اعلیٰ افکار کا ترجمان ہے۔ اس سے کلام میں اختصار اور معنی میں وسعت پیدا ہوتی ہے۔ شوکت مغل لکھتے ہیں:

"محاورہ اصل الفاظ میں لپیٹ کر مفاہیم کی مٹھاس سے ملفوف کر کے مطالب و مفہوم کی اداؤں کی پیشکش کا نام ہے جس سے ابلاغ کے سوتے پھوٹ بہے ہیں اور ابہام کو تفہیم کی واضح صورت میسر آئی ہے۔"19ل

محاورے کا استعمال نثر و نظم میں پوری قوت سے ہوتا ہے۔ پڑھنے والے پر یہ اپنے معانی کی سبھی پرتیں کھولتا ہے۔ اس التزام سے شعر کی وسعت اور گہرائی بڑھ جاتی ہے۔ شاعر کی سخن وری اُستادِ بے مثل کی مسند پر متمکن ہوتی ہے۔ زیادہ سے زیادہ معنی کو کم سے کم الفاظ میں بیان کرنے کے لیے محاورے کا استعمال ناگزیر ہے۔

محاورے کی بُنت (بناوٹ)

جہاں تک محاورے کی بُنت کا سوال ہے۔ محاورہ مصدر کی طرح ہوتا ہے جسے مصدر کی طرح (ن) لگا کر زمانے کے صیغے کے موجب جملے میں برتا جاتا ہے۔ جس طرح مشہور ہے۔ "بازو ٹوٹیں"۔ اس کو (ن) لگا کر استعمال کیا جا سکتا ہے۔ "دشمن کے ساتھ مل جانے سے لڑائی میں سلیم کے بازو ٹوٹ گئے ہیں"۔ نثر میں محاورے کی بُنت کی مثالیں دیکھیں:

☆۔ "ڈوبے کو سانس نہیں آیا"۔ [اس میں "ڈوبے کو سانس نہیں آنا" محاورہ ہے۔]

☆۔ "پکائی بھی کیا اور سوکھی کھائی"۔ [اس میں "سوکھی کھانا" محاورہ ہے۔]

☆۔ "اللہ ملائی جوڑی ایک اندھا ایک کوڑھی" [اس میں "جوڑی ملانا" محاورہ ہے۔]

دو مصادر کی بُنت والے محاورے

محاورے دو مصادر کی بُنت سے وضع کیے جاتے ہیں۔ یہ ایک طرح کے مرکب ہوتے ہیں جو تکیہ کلام بن گئے ہیں۔ مثال کے طور پر: "جھاڑنا بہارنا۔ رونا

دھونا۔روکنا ٹوکنا۔مارنا پیٹنا۔بتانا پوچھنا۔کہنا سننا۔دیکھنا کہنا۔دیکھنا دکھانا۔پرکھنا ٹٹولنا۔جینا مرنا۔کھانا پینا۔آنا جانا۔کھلانا پلانا۔ہنسنا کھیلنا۔پرکھنا جانچنا۔اُٹھنا بیٹھنا۔رونا بِلکنا"وغیر کچھ محاورت ایسے ہیں جن کے شروع کے الفاظ میں اسم یا فعل واقع ہوتا ہے جو تکیہ کلام کی صورت مروج ہو گئے ہیں۔مثال کے طور پر:

بازو پکڑے کی عزت رکھنا	اس میں "بازو"اسم اور "پکڑنا"مصدر ہے۔
اس میں "بازو"اسم اور "پکڑنا"مصدر ہے۔	بستر اگول کرنا"۔اس میں "بسترا"اسم اور "کرنا"مصدر ہے۔
بُرے کو گھر تک پہنچانا	اس میں "گھر"اسم اور "پہنچانا"مصدر ہے۔
بیڑا پار لگانا	اس میں "بیڑا"اسم اور "لگانا"مصدر ہے۔
پاؤں پکڑنا	اس میں "پاؤں"اسم اور "پکڑنا"مصدر ہے۔
پہاڑ توڑنا	اس میں "پہاڑ"اسم اور "توڑنا"مصدر ہے۔

کچھ ضرب الامثال اور کہاوتیں محاورہ بن گئیں ہیں۔بول چال اور تحریر میں ان کا استعمال عام ملتا ہے۔جس طرح بہت سے محاوروں میں مصدر،اسم، فعل اور حرف پایا جاتا ہے اسی طرح محاوروں میں لاحقے لگا کر ان سے مخصوص معنی کا کام لیا جاتا ہے۔مثال کے طور پر:

بات بن جانا	اس میں "بات"اسم اور "جانا"مصدر ہے۔	بات بڑھانا	اس میں "بات"اسم اور "بڑھانا"مصدر ہے۔

یہاں مرکب الفاظ کا ذکر ضروری ہے جو دوسرے الفاظ سے مل کر بنتے ہیں۔مرکب دو طرح کے ہوتے ہیں۔پہلا مرکب "اور"ہے جو اپنے ساتھ ایک اور لفظ کا اضافہ کر کے کسی خاص معنی کے لیے وضع کیا جاتا ہے اور دوسرا وہ مرکب جو "دوالفاظ"سے مل کر بنتا ہے۔

☆۔ جیسے:شروع میں[الف]کا اضافہ کر کے[اٹل]اور[انمٹ]الفاظ بنائے گئے ہیں۔

☆۔ جیسے:شروع میں[ن]کا اضافہ کر کے[نڈر۔نکما]اور[نکھٹو]الفاظ بنائے گئے ہیں۔

☆۔ جیسے:شروع میں[ک]کا اضافہ کر کے[کپوت]اور[کُراہ]الفاظ بنائے جا گئے ہیں۔

اب ان محاورات کی بُنت کا عمل دیکھیں:

☆۔ اٹل ہونا۔اسفل ہونا۔انمٹ ہونا۔ابتر ہونا۔امر ہونا۔

☆۔ ان پڑھ ہونا۔ان مول ہونا۔ان گھڑ ہونا۔ان گنت ہونا

☆۔ نڈر ہونا۔نکھٹو ہونا۔نکما ہونا۔ندیدہ ہونا۔نہتا ہونا

☆۔ ناسمجھ ہونا۔نادان ہونا۔ندیدگی دکھانا

☆۔ بے سمجھ ہونا۔بے وقوف ہونا۔بے ہوش ہونا۔بے صبر ہونا

☆۔ کم زور ہونا۔کم عقل ہونا۔کم حوصلہ ہونا

☆۔ بددل ہونا۔بدروح ہونا۔بدشکل ہونا۔بدچلن ہونا

اُردو پرانی زبانوں میں ایک قدیم زبان ہے جس میں لفظ سے الفاظ بنتے چلے آئے ہیں۔مشتق الفاظ سابقے اور لاحقے کے ساتھ بھی بنتے ہیں۔سابقے اُردو میں بکثرت مستعمل ہیں؛اس میں کچھ کی مثالیں بیان کی گئی ہیں۔لاحقہ لفظ کے آخر میں استعمال ہونے والا لفظ ہوتا ہے جو سابقے کی طرح لفظ سے جُڑا ہوتا ہے۔سابقہ لفظ سے پہلے شامل ہوتا ہے۔لاحقوں کی مثالیں دیکھیں:

مَیل سے میلا	بھوک سے بھوکا	جھگڑے سے جھگڑا
چھاپ سے چھاپا	سچ سے سچا	ڈھول سے ڈھولا

لاحقے جو آخر میں استعمال ہوتے ہیں یہ لفظ سے پہلے کیوں نہیں آتے اور محاوروں میں ان کا استعمال کس طرح ہو رہا ہے۔اس کی مثالیں دیکھیں:"میلا ہو جانا۔نیلا ہو جانا۔بھوکا ہونا۔جھگڑا کرنا۔کوڑا ہونا۔سچا ہونا۔جھوٹا ہونا۔ڈھولا ہونا۔نمکین ہونا"

اُردو میں محاورے کی جو بُنت اور ترکیبی عمل ہے وہ شائد ہی کسی اور زبان میں بھرپور کارفرما نظر آئے۔اس زبان میں محاورات کا اس قدر استعمال ہے جو شائد ہی کسی دوسری زبان میں نظر آئے۔اُردو زبان کا خمیر چونکہ پنجابی سے تشکیل پایا ہے۔اس لیے یہ کہا جا سکتا ہے کہ اُردو زبان نے پنجابی کی لفظیات،محاورات واستعارات اور عام بول چال کا انداز اسی زبان سے کشید کیا ہے۔

محاورات کے مصادر کا مختصر جائزہ

محاورے مصادر پر ہی منحصر ہوتے ہیں یعنی مصدر کے ساتھ مل کر محاورہ تشکیل پاتا ہے۔ محاورہ بھی مصدر کی طرح ہوتا ہے۔ جس کے آخری لفظ میں [ن] لگا کر زمانے کے صیغے کے مطابق جملے میں نگینے کی طرح جڑا جاتا ہے۔

محاورے عربی، فارسی الفاظ کی طرح خالص لفظوں کی طرح ترکیب پاتے ہیں۔ محاوروں میں نہ صرف صوتی آہنگ ہوتا ہے بلکہ سوچ اور فکر کا عُنصر بھی موجود ہوتا ہے۔ موسیقیت جو شعر کی جان ہوتی ہے وہ ان محاورات میں بطور مرکب پائی جاتی ہے۔ اس لیے محاورے لسانی اعتبار سے زبان کے ابلاغ کی ناگزیر ضرورت کا درجہ اختیار کر جاتے ہیں۔

محاورے مصادر کے ساتھ مل کر ترکیب پاتے ہیں۔ کوئی بھی محاورہ اس طرح کا نہیں ہوتا جو مصدر پر منحصر نہ ہو۔ زبانوں کا یہ دستور قدیم سے رہا ہے کہ یہ دیسی اور بدیسی زبانوں کا اثر قبول کرتی ہیں۔ مثال کے طور پر:

☆۔ جو بھی لفظ آتے ہیں وہ اپنی اصل آواز اور مطالب کے ساتھ آتے ہیں۔

☆۔ کہیں کہیں یہ الفاظ اپنی اصل آواز کے ساتھ نہیں آتے اور ان کے معانی بھی بدل جاتے ہیں۔

☆۔ مقامی بولیوں اور زبانوں سے مرکب ہو کر آنے والے نئے لفظوں کی ترکیب کا عمل جاری رہتا ہے۔

☆۔ مقامی زبانوں کے سابقوں اور لاحقوں کے ساتھ الفاظ اپنی ہئیت اور اشکال تبدیل کرتے رہتے ہیں۔

☆۔ مصادر اور مصدری لاحقوں کی آمد کا عمل کبھی نہیں رُکتا۔

☆۔ آوازوں کے دخول کا عمل کسی ایک مقام پر نہیں رُکتا۔

☆۔ غیر مقامی زبانوں کے الفاظ مقامی زبانوں کے قواعد اور لغوی اصولوں کے مطابق بنے ہوئے سانچے میں ڈھل کر کسی دوسری زبان کا ورثہ بن جاتے ہیں۔

☆۔ بدیسی زبانوں کے سابقے اور لاحقے بھی مقامی زبان میں داخل ہو کر رائج ہو جاتے ہیں۔

اُردو میں شروع سے ہی الفاظ کی بُنت اور معنوں کی تفہیم میں بدلاؤ ہوتا چلا آیا ہے اور یہ بدلاؤ کوئی اچنبھے کی بات نہیں ہے بلکہ ترقی پذیر زبانوں میں اس عُنصر کا در آنا خوش آئند بات ہے۔ یہ بدلاؤ اظہار کو آسان، ذومعنی اور قوت عطا کرتا ہے۔ سیاسی اور معاشی اکھاڑ پچھاڑ سے اس کی تشکیل و تعمیر میں بڑے اثرات مرتب ہوتے ہیں۔

اُردو زبان میں خلوص، عجز، محبت اور غضب کا جو اظہار ملتا ہے وہ اس کی طویل عمری کا سبب ہے۔ آج اُردو زبان انھیں اُوصاف کے باوصف دُنیا کی بڑی زبانوں کے ساتھ قدم ملا کر چل رہی ہے۔

مصادر اور مصدری لاحقوں کو کسی بھی زبان کی بنیاد کا سچا اور نرول سرمایہ قرار دیا جا سکتا ہے۔ ان کے بغیر کوئی بھی زبان ابلاغ اور ترسیلِ جذبات کا فریضہ ادا نہیں کر سکتی۔ اُردو میں پنجابی، عربی، فارسی و ہندی مصادر اپنی ایک الگ پہچان اور انفرادیت رکھتے ہیں۔ مصادر کو مذکور لسانی نظام کی اُنگلی پکڑ کر چلنا پڑتا ہے۔

گرامر کی کتابوں میں مصادر کو ایک ایسا مصدر بتایا گیا ہے جس میں "کسی کام کا کرنا یا ہونا" کسی زمانے کے بغیر پایا جائے۔ اُردو اور پنجابی گرامر لکھنے والوں نے یہاں تک لکھ دیا ہے کہ "مصدر ایک ایسا اسم ہے جو خود تو کسی سے نہیں بنا لیکن اس سے بہت سے الفاظ بنتے ہیں"۔ مصدر کی یہ تعریف عربی زبان کے حوالے سے سند رکھتی ہے لیکن دوسری زبانوں پر اس کا اطلاق نہیں ہو سکتا۔ کیوں کہ اُردو میں فلمانا (فلم سے)، شرمانا (شرم سے) بحثنا (بحث سے) اور دفنانا (دفن سے) وغیرہ مصدر اسم سے بنے ہیں۔ اس طرح متذکرہ تعریف کا گمان غلط ثابت ہو جاتا ہے۔ ڈاکٹر شہباز ملک مصدر کی اس بُنت کے بارے میں لکھتے ہیں:

"محاورہ بول چال کو سجانے اور اپنے مطالب و مفہوم کو دوسرے تک درست طریقے سے پہنچانے تک محدود ہو گیا ہے۔ محاورے کا استعمال بول چال میں سوچ پیدا کرنے، سننے والوں کے دھیان کو کراماتی انداز سے اپنی جانب مبذول کرنے کا فن ہے۔ اس کے ذریعے بتلائی جانے والی بات میں زور اور وزن پیدا ہو جاتا ہے۔" 20

محاورے کو استعمال کرتے ہوئے بیان کی گئی بات کے حساب سے محاورے کی موزونیت کا بندوبست کرنا پڑتا ہے۔

مثال کے طور پر کچھ محاورت دیکھیں:

سر پیر نہ ہونا	اس میں "ہونا" مصدر ہے	آنکھیں ماتھے پر رکھنا	اس میں "رکھنا" مصدر ہے
تھوک کر چاٹنا	اس میں "چاٹنا" مصدر ہے	جال میں پھنسانا	اس میں "پھنسانا" مصدر ہے
جان تلی پر رکھنا	اس میں "رکھنا" مصدر ہے	منہ کا میٹھا ہونا	اس میں "ہونا" مصدر ہے

چھاتی پر ہاتھ مارنا	اس میں "مارنا" مصدر ہے	زبان منہ میں نہ ڈالنا	اس میں "ڈالنا" مصدر ہے

ہر محاورے میں مصدر کا استعمال کیا جاتا ہے۔ یوں تو ہر لفظ کسی نہ کسی مصدر سے نکلا ہوتا ہے لیکن اُردو میں ایسا لگتا ہے کہ جیسے سارے الفاظ پر مصدر کا گمان ہوتا ہے۔

متذکرہ بالا محاورات میں کوئی محاورہ ایسا نہیں ملے گا جس میں مصدر یا مصدری لاحقے کی تشکیل کا عمل کارفرما نہ ہو۔ محاورہ بنتا ہی مصدر کے ساتھ ہے۔ مصدر کے بغیر کوئی محاورہ وضع نہیں کیا جا سکتا۔ یہ اُردو زبان کی خوبی ہے۔ فارسی، عربی، پنجابی، سندھی، بلوچی، ہندکو وغیرہ کے محاوروں میں بھی یہی تشکیلی عمل کارفرما ہے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ محاورہ اور مصدر کا باہمی تعلق اور سانجھ کیا ہے۔ آصف خان لکھتے ہیں:

"زبان یا ادبی تخلیق کا تعلق اگر سماجی افعال کے مجموعی تناظر اور طرزِ فکر کے ساتھ وابستہ نہ ہو؛ وہ جعلی، خود ساختہ جذبات سے عاری اور جدار ہتی ہے۔ سماج میں وہی زبان رائج ہو گی جس میں عوام کے اظہار کے سبھی تقاضوں، ضرورتوں اور اُمنگوں کی ترجمانی کا وسیلہ موجود ہو گا۔ محاورہ کسی بھی زبان کے ابلاغ کی بنیاد اور تشکیل کا جوہر خاص ہوتا ہے۔" 21ے

محاورے اور مصدر کا آپس میں چولی دامن کا ساتھ ہے۔ دونوں کو ایک دوسرے سے الگ نہیں کیا جا سکتا۔ جس طرح زبان میں محاورے کو ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت حاصل ہے۔ مصدر کو محاورے میں وہی حیثیت ہے۔ محاورہ مصدر کے ساتھ تب آتا ہے جب وہ اصلی معنی پس پشت ڈال کر ان سے بہتر اور نزول معنی دیتا ہے۔ اُردو کے کئی محاوروں میں دونوں مصدر آتے ہیں یعنی محاورہ مصدر پر انحصار کرتا ہے۔ اس کی مثالیں پہلے دی جا چکی ہیں۔

مصادر کے محاورات پر لسانی اثرات

مصادر کی بناوٹ کے لحاظ سے دو اقسام بتائی جاتی ہیں: (۱)۔ آنا۔ جانا۔ سونا۔ پینا۔ پھرنا۔ چلنا۔ پڑھنا۔ لکھنا وغیرہ یہ سب مصدر ہیں۔ ان کے پہچان کی بنیادی نشانی یہ ہے کہ ان کے آخر میں [ن] آتا ہے۔ اُوپر پیش کیے گئے حروف میں ایک بھی حرف کم ہو جائے تو مصدر، مصدر نہیں رہتا۔ سبھی مصدر مفرد ہیں۔ انھیں مصدر اصلی یا مجرد مصدر کہا جاتا ہے۔

(۲)۔ جعلی یا مرکب مصدر: آزمانا۔ تلاشنا۔ سجانا۔ اُبالنا۔ اُجالنا وغیرہ (۳)۔ مصدر مزید فیہ: یہ مصدر اصل میں دو مفرد مصادر کے ساتھ مل کر اس طرح بنے ہیں کہ مصدر کی نشانی (ن) ہٹا کر اُس کے آگے ایک اور مفرد مصدر لگا دیتے ہیں۔ ایسے مصادر کو "مصدر مزید فیہ" کہتے ہیں۔ جیسے: "آنا۔ ابھارنا۔ اُتارنا۔ اُتروانا" وغیرہ

مصادر کی سب سے بڑی خوبی ہے کہ ان میں روانی، ملائمت اور موزونیت کے ساتھ غنایت اور موسیقیت پائی جاتی ہے۔ خاص طور سے مرکب مصادر اور مزید فیہ مصادر میں نغمگی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی محسوس ہوتی ہے۔ سید عابد علی عابد لکھتے ہیں:

"ترنم اور نغمگی ویسے تو سب حروف میں موجود ہے۔ کیوں کہ ان کی ترتیب سے یہ چیز ظاہر ہوتی ہے کہ ان میں جو ردھم اور آہنگ ہے وہ سارا مخارج صوت کے حوالے سے آیا ہے۔ غور کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ ان کی ساری ترتیب ہی غنائی ہے۔" 22ے

ان مصادر کے ساتھ محاورے وجود میں آتے ہیں۔ اس طرح محاورات پر مصادر اثر انداز ہوتے ہیں۔ جو برجستگی، شگفتگی اور تازگی مصادر کا حصہ ہے وہی برجستگی، شگفتگی اور تازگی محاورات پر بھی اثر انداز ہوتی ہے۔

کوئی بھی محاورہ اپنے وضع ہونے کے عمل میں لسانی و معنوی خوبیاں ضرور لے کر آتا ہے۔ یہ کمال مصادر کا ہے۔ مصدر دراصل وہ ماخذ ہے جس سے الفاظ وضع ہوتے ہیں۔ جب ماخذ ہی سب خوبیاں اور اوصاف رکھتا ہے پھر اُس میں سے نکلے ہوئے الفاظ میں بھی اس کی نسبت سے کوئی نہ کوئی خوبی ضرور ہوتی ہے۔

محاورے کا برجستہ اور شگفتہ ہونا دراصل مصدر کے برجستہ اور شگفتہ ہونے کا کمال ہے۔ اُردو محاورات کے لسانی تناظر اور تشکیلی عوامل پر غور کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ یہ جتنے بھی مصادر ہیں ان میں الفاظ کی ایک خاص ترتیب وضع کی گئی ہے۔ اس خاص ترتیب کی وجہ سے ان میں ایک طرح کی موزونیت کے ساتھ ایک خاص آہنگ اور لے کا احساس پیدا ہوتا ہے۔ جو رفتہ رفتہ مصدر سے مملو ہو کر اپنے وجود کو محاورے کے کینوس میں مدغم کر دیتا ہے۔ جہاں محاورے کا رنگ روپ اپنے کمال کو چھو لیتا ہے

مصدر کا وجود یہ بتاتا ہے کہ اس کے پس منظر میں وہ سب کچھ موجود ہے جس کی زبان اور بیان کو ضرورت ہوتی ہے۔ اس ضرورت کے تحت محاورہ وجود میں آتا ہے۔ محاورے کے استعمال کا یہ رنگ و آہنگ زبان کی جامعیت، روانی، سلاست، نغمگی، موزونیت اور غنایت کو بڑھاوا دیتا ہے۔ بطور نمونہ محاورے ملاحظہ کیجیے:

بازو پکڑ لینا	جس کا ساتھ دیا جائے پورا دیا جائے	بھیڑ چال چلنا	دیکھا دیکھی کام کرنا
جلتی پر تیل ڈالنا	جھگڑے کو اور بڑھانا	پہاڑ نظر آنا	مصیبت دکھائی دینا
تھوک کر چاٹنا	اپنی بات سے پھر جانا	اپنی بات سے پھر جانا	عاجزی دکھانا، زیادہ ادب کرنا

زبان اصوات کے مجموعے کا نام ہے اور ہر لفظ تصویر کی مانند ہوتا ہے۔ جب سب تصویروں کو اکٹھا کر لیا جائے؛ تب کوئی نہ کوئی مطلب بن ہی جاتا ہے۔ جملہ اور کلمہ کے سبھی

لفظ صوتی اکائی کی طرح ہیں۔ جب یہ صوتی اکائیاں لفظ کا روپ اختیار کر لیتی ہیں؛ تب کوئی کلمہ پیدا ہوتا ہے جس سے جملہ بنتا ہے اور جملے سے محاورے جنم لیتے ہیں۔

محاورہ میں اسم، فعل اور حرف آتے ہیں۔ یہ تینوں صورتیں مصدر سے پنپتی ہیں جو کلمے اور جملے کی بنیاد ہوتی ہیں۔ جب زبان معیاری اور پختہ ہو گی تب اس کے اجزا و عوامل بھی مضبوط اور دیرپا ہوں گے۔ کسی بھی زبان میں مصدر علاوہ عوامل سے زیادہ حیثیت و اہمیت رکھتے ہیں۔ ذیل میں مصادر کے محاورہ بننے کا عمل ملاحظہ کیجیے:

اکڑ جانا　　اخیر تک جانا　　روز آنا چلے جانا　　خوشی سے اُچھلنا　　نقش اُبھارنا　　روز چلے آنا

ان محاورات کے ذریعے مصادر کے کردار کی اہمیت اور حیثیت کا اچھی طرح اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ ایک ایک محاورہ کے پس منظر میں مصادر کے عوامل کی فعلی صورتوں کے تلازموں کا عمل دخل کارفرما ہوتا ہے۔

مصادر کی زبان ایک ایسی پختہ اور مضبوط زبان ہے جس کے ایک ایک لفظ کی کئی جہتیں اور پہلو ہیں۔ جن سے معانی کے بکثرت سوتے پھوٹتے ہیں۔ یہاں سے محاورے پر مصدر کے اثر کا پتہ چلتا ہے اور اس بات کی اچھی طرح سمجھ بھی آ جاتی ہے کہ مصادر کے محاورات پر لسانی اعتبار سے کس قدر اور کیسے کیسے اثرات پڑے ہیں۔

عام بول چال کی زبان پر محاورے کے اثرات

محاورہ سچا اور پُر اثر ہوتا ہے جو روزمرہ کی زبان میں مستعمل ہے جسے سبھی اطراف اکناف کے لوگ بولتے ہیں۔ معاشرتی رکھ رکھاؤ میں معاشی، معاشرتی اور سماجی اقدار کے لیے محاورے کا ہی استعمال کیا جاتا ہے۔ عوام کی زبان کوئی بھی ہو۔ محاورے اس زبان کا رس ہوتے ہیں۔ یہ زبان سے الگ نہیں ہو سکتے بلکہ اس کا ایک جُز ہوتے ہیں۔ زبان کا اثر مزاج پر اور مزاج کا اثر جب زبان پر براہ راست ہوتا ہے تو محاورات کا اثر زبان کے ابلاغ پر کیوں نہیں پڑے گا۔

کوئی بھی زبان اس وقت تک زبان محاورات کے بغیر اپنے روپ، حُسن اور قدو قامت میں اضافہ نہیں کر سکتی؛ جب تک اُس میں تراکیب، ضرب الامثال، تشبیہات، استعارے اور محاورے شامل نہیں ہوں گے۔ خواہ وہ کتنی معیاری، اہم اور پختہ ہونے کا دعویٰ کیوں نہ کرے۔ یہ اپنے سماج میں مروج نہیں ہو سکتی؛ اس کے رائج ہونے کے لیے ان عوامل و تلازمات کا ہونا بہت ضروری ہے۔

انسانی تاریخ بھی اس بات کی گواہ ہے۔ ہر دور کے انسان کا تقاضا رہا ہے کہ وہ اپنی زندگی میں بہتر سے بہترین چیز حاصل کرے یعنی اچھے دن گزارے، معتبر ذرائع تلاش کرے اور اپنا نام پیدا کرے۔ اس خواہش کے پیش نظر انسان نے سماج میں شروع سے شعوری اور لاشعوری طور پر سماجی طرزِ زندگی میں بہتری اور اچھائی کے لیے نئے نئے منصوبے بنائے۔ اس دور کے انسان کے میں اصلاح اور بہتری کی تڑپ، اُمنگ ہمیشہ سے رہی ہے۔

زبان جب ترقی یافتہ بن جاتی ہے۔ اُس میں ابلاغ کی سبھی خوبیاں در آتی ہیں۔ ایجاز و اختصار اس کا وطیرہ بن جاتا ہے۔ محاورے کی بنیادی خوبی یہ ہے کہ اس سے معنوں میں وسعت پیدا ہوتی ہے۔ اشارہ و کنائیہ، رمز و ویما کا وصف پیدا ہوتا ہے جو سماج کی ضرورت اور تقاضا ہے۔ زبان جب محاورے کے رنگ میں رنگی جاتی ہے۔ تب محاورہ رنگین و رعنا اور دلکش و پُر اثر ہو جاتا ہے۔

محاورہ کسی بھی زبان کی کیفیات، نقائص، وسعت، باریکیوں اور نزاکتوں کا ترجمان ہوتا ہے۔ سماج کی باہمی زبان میں جب دو افراد بات چیت کرتے ہیں۔ دونوں میں سے ہر ایک کی کوشش ہوتی ہے کہ درست اسلوب اور آہنگ میں بات چیت کی جائے؛ خوبصورت اور دیدہ زیب الفاظ کا استعمال گفتگو کے معیار کو معنی خیز بنا دیتا ہے۔ ڈاکٹر شہباز ملک لکھتے ہیں:

”محاورہ سماج سے اُٹھ کر ادب کا حصہ بن جاتا ہے اور ادب سے جب واپس آتا ہے تو سماج کی بات چیت پر زبردست اثر انداز ہوتا ہے۔ سماج کیا ہے؟ مل جُل کر رہنے، جینے کے پابند معیاری اُصولوں کا نام ہے۔ اُردو زبان کی یہ تہذیبی و تمدنی روایت ہے جو زبان کے ذریعے معاشرے میں پھلتی پھولتی اور قدم جماتی ہے۔ اس میں سماجی زندگی کے سبھی تقاضوں کو پورا کرنے اور نبھانے کے رنگ ڈھنگ موجود ہوتے ہیں۔“23ے

جیسے جیسے سماج آگے بڑھتا جاتا ہے؛ ویسے ویسے یہ روایت سماج میں مزید اُبھر کر سامنے آتی ہے۔ مادی اور روحانی ترقی کے ساتھ ساتھ زبان بھی ترقی یافتہ ہوتی جا رہی ہے۔ اس کا ہر شعبہ ترقی کی ارتقائی آزمائشوں سے نبرد آزما ہوتے ہوئے آگے بڑھ رہا ہے۔ زبان میں ابلاغ کے سبھی تلازمے آ جاتے ہیں۔ زبان کی ترقی دراصل سماج کے ارتقائی عمل کے بدلاؤ پر منحصر ہوتی ہے۔

کسی بھی سماج کی زبان کو معاشرے کی صحت مند اور مضبوط ترین زبان بننے کے لیے صدیوں کی تشکیلی بھاگ دوڑ اور تجرباتی عمل کے تسلسل کی ضرورت ہوتی ہے۔ صدیوں کے شب و روز کے تسلسل کا یہ حاصلِ عمل ہوتا ہے جس کے حصول میں نا جانے کتنی آزمائشوں اور مشکلات سے زبان کے تشکیلی دور کو گزرنا پڑتا ہے۔ سماج اور زبان کا انسلاک روح اور جسم کی حیثیت رکھتا ہے۔ سماج اور زبان کا چولی دامن ایسا ساتھ ہے۔ بول چال کی زبان میں محاوروں کی بنت کا عمل جاری رہتا ہے۔

اختصار گوئی میں محاورے کا کردار

کسی بھی زبان کے محاورے کو زبان میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت حاصل ہوتی ہے۔اسے زبان کا زیور کہا جاتا ہے۔ محاورے کے الفاظ گنے چنے ہوتے ہیں۔ دو یا دو سے زیادہ الفاظ کا مرکب (یعنی محاورہ) گنجینہ معنی کا طلسم ہوتا ہے۔ جس سے گفتگو معنی خیز اور متاثر کن ہو جاتی ہے۔ شاعری میں محاورات کا استعمال ہو گا وہ شعری اسناد کا درجہ رکھتا ہے۔

محاورے کی سب سے بڑی خوبی ایجاز و اختصار ہے۔ محاورے کی تخلیق کا عمل معنی کے سمندر کو کوزے میں بند کرنا ہے۔ محاورہ کے پس پردہ ایک طویل کہانی مذکور ہوتی ہے۔ اگر اس طویل کہانی کو سنانے کا وقت نہ ہو تو اس طویل کہانی کے مرکزی خیال کو تحدید یا دو لفظی محاورے میں بیان کر دیا جاتا ہے۔

مثال کے طور پر جب کوئی شخص بہت بڑا اور اہم کام انجام دے۔ مشکل سے مشکل معرکہ سر کرلے۔ یہ کارنامہ انجام دینے میں جانے کن کن مشکل مراحل اور کٹھناؤں سے گزرنا پڑا اور کتنا وقت لگا ہے۔ قسم قسم کی کیفیتوں اور حالتوں سے اُس کا سامنا ہوا ہے۔ یہ سب کچھ بیان کرنے کے لیے کافی وقت چاہیے۔ اس طویل کہانی اور داستان کو جزئیات کے ساتھ بیان کرنے اور بہت سا وقت صرف کرنے کی بجائے محاوراتی اُسلوب میں "معرکہ مارنا" کہہ کر وہ سب کچھ بتانا ممکن ہے۔ اس "معرکہ مارنا" محاورہ میں جو ابلاغ کی تفہیمی انتقال پذیرانہ گہرائی اور گیرائی ہے وہ لمبی چوڑی طول الطویل داستان کے بیان میں ہر گز نہیں ہے۔

زبان دُنیا کی وہ پہلی ایجاد ہے جسے انسان نے اپنے لیے ایجاد کیا ہے۔ سب سے پہلے انسان نے بولنا اور گفتگو کرنا سیکھا ہے۔ کہتے ہیں: "ضرورت ایجاد کی ماں ہوتی ہے"۔ مرورِ وقت کے ساتھ جیسے جیسے دُنیا ترقی کرتی گئی ویسے ویسے انسان اپنا ارتقائی سفر طے کرتا چلا گیا۔ بڑے بڑے بھاری الفاظ کی جگہ کومل، نازک، سادہ اور عام فہم الفاظ نے لے لی۔ صدیاں برسوں میں، برس مہینوں میں اور مہینے دنوں، گھنٹوں اور منٹوں میں ڈھل گئے۔ ہر چیز نے خود کو مختصر اور دیر پا کر لیا۔ پہلے بڑی بڑی نظمیں (مثنویاں) لکھنے کا رواج تھا اور اب جدید دور میں مثنوی کی جگہ مختصر آزاد نظم (ایک مصرعی نظم) نے لے لی۔ اس ایک مصرعی نظم میں باآسانی وہ بات کہی جاسکتی ہے جسے ایک ضخیم مثنوی میں کہی کہا جاتا تھا۔

مثلاً: "کلیجہ ٹھنڈا کرنا"۔ اس میں "کرنا" مصدر ہے۔ محاورے کی کہانی بھی کچھ ایسی ہی ہے بلکہ محاورہ یک مصرعی نظم سے بھی مختصر ہے۔ دو چار الفاظ میں لمبی چوڑی کہانی نما داستان کو سمیٹ کر بیان کر دیتا ہے۔ محاورے کا خاصا یہ ہے کہ اس کے استعمال سے زبان کا چہرہ حسین اور جاذب نظر ہو جاتا ہے اور ابلاغ میں سمپورنتا اور امیرتا، در آتی ہے۔

محاورہ تمثیلی انداز پر منحصر ہوتا ہے۔ تمثیلی انداز کیا ہے؟ یہ ایک ڈرامائی انداز ہے۔ جس کے ذریعے کہانی اور داستان کے سبھی کردار مجسم حالت میں گویا ہوتے ہیں اور پوری آب و تاب کے ساتھ کردار کی جزئیات کو سامعین و قارئین کے سامنے لے آتے ہیں۔ محاورے کے پس منظر میں کوئی نہ کوئی واقعہ اور کہانی ضرور پنہاں ہوتی ہے۔ محاورہ پہیلی نہیں ہوتا۔ اس کی خوبی یہی ہے اسے سنتے ہی اس کے معنی اور معنی کے پیچھے چھپا واقعہ کھل کر سامنے آجاتا ہے۔ یہ اس کا تمثیلی انداز ہے۔

محاورہ تمثیل سے بھی زیادہ معنی خیز اور موئثر ہوتا ہے۔ کسی نے کہا ہے "جو اعلیٰ درجے کے فنکار ہوتے ہیں وہ ایجاز و اختصار کا ہمیشہ خیال رکھتے ہیں"۔ ایجاز اور اختصار ایک ایسا فن ہے جس میں فنکار؛ عوام کی نسبت سے کم سے کم الفاظ استعمال کرتا ہے۔

سید عابد علی عابد لکھتے ہیں:

"اختصار کلام کی جان ہے۔ جس طرح عربی قول ہے (ماقل ودل) کوئی بڑا اور سچا تخلیق کار یہ نہیں چاہتا میرا پڑھا (قاری) خواہ مخواہ وہ چیزیں پڑھتا پھرے جس کے بغیر بھی گزارہ ہو سکتا ہے۔" 24؎

کسی خطیب نے اپنے سننے والوں میں سے کسی ایک سے پوچھا (جو اتفاق سے صاحبِ ذوق بھی تھا) کہ میری تقریر کیسے لگی؟ اُس نے کہا: بہت خوب۔ پر ذرا لمبی تھی! مطلب یہ ہے کہ سننے والے پر بوجھ بن گئی۔ چیخوف نے کہا تھا: جیسے جیسے عمر بڑھتی جاتی ہے۔ میں اختصار گوئی کی طرف مائل ہوتا جارہا ہوں۔ اب ہر کتاب مجھے ضرورت سے زیادہ طویل محسوس ہوتی ہے۔

اختصار گوئی کے لیے کسی بھی محاورے میں پانچ چیزوں کا خیال رکھنا ضروری ہے:

- ہر محاورہ کسی نہ کسی معنی خیز بات پر منحصر ہوتا ہے اور یہ ایجاز کے پس منظر میں گوندھا ہوتا ہے۔
- محاورہ میں اضافی الفاظ نہیں ہوتے۔ اس میں ترکیب سازی سے پرہیز کیا جاتا ہے۔
- اصل مقصد اور معنی اس میں سموئے ہوتے ہیں جس میں قاری کے ذوق اور دلچسپی کو باقی رکھا جاتا ہے۔
- محاورہ عام طور سے ہلکے پھلکے مشاہدہ پر منحصر ہوتا ہے اور خود مشاہدے کی چیز ہوتا ہے۔
- محاورہ میں ڈرامائی صورت حال از خود پیدا کی گئی ہوتی ہے۔

محاورے میں اختصار کو بنیادی حیثیت حاصل ہوتی ہے لیکن اس کے ساتھ وہ استعارہ،اشارہ، کنایہ،ایما؛ علامتی لوازمات بھی اس کی بنیاد میں مضمر ہوتے ہیں۔ جس سے محاورہ ایک تازہ ترکیب اور شگفتہ جملے کی صورت اختیار کر جاتا ہے۔اس میں الفاظ بہت کم استعمال ہوتے ہیں لیکن معانی کا ایک وسیع سلسلہ اپنے اندر رکھتا ہے جو کہ ایک جملے میں سمائے ہوتے ہیں۔اس لیے اس کے منتخب کردہ الفاظ میں بھی انتخاب کی بڑی احتیاط کرنا پڑتی ہے۔ کم سے کم الفاظ کا استعمال ایک ایسا اُستادانہ کمال ہوتا ہے جسے ہر لکھاری نہیں کر سکتا۔

اُردو کا ایک محاورہ ہے۔"اپنے پاؤں پر کھڑا ہونا"۔اس کے پس منظر میں ایک مفصل کہانی ملتی ہے کہ اپنے پاؤں پر کھڑا ہونا کتنا مشکل کام ہوتا ہے۔ کیا کچھ کرنا پڑتا ہے اور کیسے کیسے پاپڑ بیلنا پڑتے ہیں۔ کس قدر محنت کرنا پڑتی ہے اور اس کے لیے کتنی بھوک برداشت کرنا پڑتی ہے۔ کتنا صبر کرنا پڑتا ہے۔ کس کس کے ساتھ ٹکراؤ ہوتا ہے۔اس قدر طول طویل کہانی کو خلاصتاً ایک چھوٹے سے جملے (محاورہ)"اپنے پاؤں پر کھڑا ہونا"میں سمو دیا جاتا ہے۔اس طرح ہر محاورے کے پس منظر میں ایک کہانی پوشیدہ ہوتی ہے ؛تاہم کچھ محاورے ایسے بھی ہیں جن کے پس منظر میں پنجاب کی تاریخ اور ثقافت نظر آتی ہے۔

کوئی بھی شعر یا مصرعہ جس میں محاورے کا استعمال کیا گیا ہو؛جو نفسِ مضمون کے اعتبار سے کامل اور مکمل ہوتا ہے۔اس میں اگر محاورہ حذف کر دیا جائے تو اس خلا کو پورا کرنے کے لیے بڑی مشکل پیش آسکتی ہے؛کیوں کہ محاورہ کا متبادل اور کوئی لفظ نہیں ہو سکتا۔اگر یہ کہا جائے کہ اختصار گوئی کے فن کو مدِ نظر رکھتے ہوئے محاورے کی اس کمی کو برتا(محاورے کا متبادل استعمال کیا) گیا ہے تو یہ بات درست قرار نہیں دی جا سکتی۔

کسی نے کہا تھا جس دن تمھیں بولنا آجائے گا تم "ایک لفظ بھی نہیں بول سکو گے "اور جب تک بولنا نہیں آئے گا تم جگہ جگہ استہزا کرتے رہو گے۔زبان کا بھی کچھ ایسا ہی مسئلہ ہے کہ جب کوئی زبان ترقی یافتہ ہو جاتی ہے؛اس میں جامعیت در آتی ہے۔اس میں گہرائی اور گیرائی پیدا ہو جاتی ہے۔اس میں خوبصورت تراکیب، تشبیہات واستعارات اور محاورات اپنے پوری آب وتاب کے ساتھ جلوہ گر ہوتے ہیں۔

دُنیا میں اب تک جو زبانیں مانی اور تسلیم کی گئی ہیں ان کے لسانیاتی کینوس میں جامعیت اور وسعت پائی جاتی ہے۔اس جامعیت اور وسعت کے پیش نظر علامہ اقبال نے اُردو زبان کے بارے میں :

ع اُردو ابھی منت پذیر شانہ ہے

کہہ کر اس کی ترقی پذیری کا ذکر کیا ہے۔علامہ نے اسے ترقی یافتہ بننے کے عمل سے روشناس کروانے کا فن (دوسری زبانوں سے اختلاط وروابط) بتایا ہے۔

محاورہ زبان میں سہل پسندی کا ذریعہ

کسی بھی زبان میں محاورہ جامعیت کی علامت ہوتا ہے۔ محاورے میں تشبیہ،استعارہ،اشارہ، کنایہ اور طرز ادا جیسے تلازمات اپنے مرکب روپ میں جلوہ گر ہوتے ہیں اور سب مل کر ابلاغ کا کردار ادا کرتے ہیں۔سید عابد علی عابد لکھتے ہیں:

"محاورہ ایک ایسا جملہ اور کلمہ (مرکب) ہے جو زبان اور بیان کے معالے میں اکسیر کا درجہ رکھتا ہے۔ محاورے سے شعر میں روانی اور سلاست کے ساتھ معنویت اور گہرائی آجاتی ہے۔ کیوں کہ محاورہ میں کم سے کم الفاظ استعمال ہوتے ہیں اور موقع محل کے مطابق اسے وضع کیا جاتا ہے جو مطالب ومعانی کی مناسبت سے بڑی وسعت کا حامل ہوتا ہے۔"25؎

محاورے کی بنیاد استعارے پر رکھی گئی ہے۔ بہت سے استعارے معنویت کے اسی معیار پر انحصار کرتے ہیں۔اُردو زبان میں محاورات کا بکثرت استعمال بطور استعارات کیا جاتا ہے۔استعارہ ایک ایسی چیز ہے جس کے استعمال سے محاورے میں جان پڑ جاتی ہے۔ محاورے میں اصطلاح اور استعارے کے علاوہ کنایہ،قرینہ اور فعل کی خاصیت بھی پائی جاتی ہے۔ہر زبان میں علم وفن کی اصطلاحیں پائی جاتی ہیں۔یہ الفاظ کا ایسا مجموعہ ہے جسے عالم،سائنس اور پیشہ ور لوگ خود اپنے مخصوص معانی میں استعمال کرتے ہیں۔

ڈاکٹر جمیل جالبی لکھتے ہیں:

"اگر رواجی اور استعمالی معنوں کے علاوہ کسی لفظ کے کچھ اور معنی مشاورت سے وضع کر لیے جائیں تو ان معانی کی صورت اصطلاحی ہو گی۔"26؎

اصطلاحیں اصل میں وہ اشارے ہوتے ہیں جن کے ذریعے حقیقی اور اصل مطالب تک پہنچا جا سکتا ہے۔مثال کے طور ذیل کے محاورے ملاحظہ کیجیے:

آنکھیں آنا	اس میں طبّی اصطلاح ہے۔	آنکھیں آنا	اس میں طبّی اصطلاح ہے۔
اس میں طبّی اصطلاح ہے۔	جوگی بننا، فقیر ہونا	اس میں تصوف کی اصطلاح ہے۔	

اسی طرح کئی محاوروں میں کنائے کی مثالیں ملتی ہیں۔ کنائے کے لفظی معنی اشارہ، رمز،استعارہ، مجاز، مطلب اور مقصد کے ہیں۔یہ علم بیان کی ایک اصطلاح

ہے۔ کنایہ اصل میں وہ لفظ ہے جس کے غیر حقیقی معنی ہوتے ہیں۔ اگر حقیقی معنی بھی لیے جائیں تو کوئی مضائقہ نہیں۔ کنائے کا زیادہ استعمال محاورے میں ہوتا ہے۔ بول چال کی زبان میں بڑے بڑے اشارے کنارے ملتے ہیں۔

مثال کے طور پر یہ محاورے دیکھیں:

الف ب نہ جانا	پانی پر لکھنا	الف ب نہ جانا	حساب کتاب گنوا بیٹھنا

اُردو کے کئی محاوروں میں کنائے ملتے ہیں۔ جیسے:

اغوا کرنا	نکال کرلے جانا، خود اپنی مرضی سے نکل جانا	اُمید سے ہونا	نفع کی توقع ہونا، حاملہ ہونا، رضامند ہونا		

بعض محاورے ایسے بھی ہیں جن میں محاورہ ہونے کے ساتھ اصطلاح اور کنایہ بھی پایا جاتا ہے یعنی ایک طرف اُس سے محاورے کا کام لیا جاتا ہے اور دوسری طرف کسی خاص مفہوم کے لیے وضع کیے ہوتے ہیں۔ جیسے:

آنکھ پھڑکنا	معنی: اچھائی یا بُرائی کی علامت	مفہوم: چھٹی حِس بیدار ہونا
الف ہونا	معنی: ننگا ہونا	مفہوم: بالکل بے شرم ہو جانا

محاوروں کے اس بھرے کٹوروں میں بہت سارے محاورے افعال یعنی حقیقی افعال کے معنوں میں بھی ملتے ہیں اور مجازی معنوں میں بھی دیکھے جا سکتے ہیں۔ کہنے والی بات یہ ہے کہ محاورے کی قسمیں خواہ کتنی ہی کیوں نہ ہوں۔ ان میں استعارہ ہو، کنایہ یا کوئی اور اصطلاح ہو۔ اوّل و آخر یہ محاورہ ہی ہوگا اور محاورے میں سبھی تلازمات مل کر اس کے ابلاغ میں معاون کا کردار ادا کرتے ہیں یعنی محاورہ اپنی جملہ خوبیوں اور تمام تر تلازموں کے ساتھ مل کر ابلاغ میں معنی کی ترسیل کا ذریعہ بنتا ہے۔

شاعری کی کسی بھی صنف کو تخلیقی اظہار کا ذریعہ بناتے وقت بحور و اوزان کا لحاظ رکھنا پڑتا ہے۔ شعری تلازموں کو بھی اس کے ساتھ منسلک سمجھا جاتا ہے۔ خیالات واحساسات کے خارجی اظہار وابلاغ کے روپ سروپ کو بامعنی بنانے کے لیے بیان و بدیع سے کام لینا پڑتا ہے تاکہ اس میں کہے جانے والی بات کی تفہیمی تشنگی زائل ہو جائے۔ اسی طرح محاورہ بھی زبان کی اصناف میں سے ایک لطیف لسانی صنف ہے جو سب سے چھوٹی اور مختصر یعنی یک جملہ (محاورہ) ہوتی ہے۔

محاورے کے کچھ اُصول، قاعدے کُلیے اور ضابطے ہوتے ہیں۔ شاعری کی طرح اس میں آہنگ، ترنم، موسیقیت، غنایت اور نغمگی کی معنی خیز لے موجود ہوتی ہے۔ نثر کی طرح ایک خاص رِدھم اور وزن ہوتا ہے۔ اس کے ہجوں اور الفاظ میں ایک خاص طرح کی موزونیت ہوتی ہے۔ الفاظ کی کو ملتا اور سجلتا کو برقرار رکھنا پڑتا ہے۔ اس کے لیے دیدہ زیب اور پُر اثر الفاظ کا چناؤ کرنا ہوتا ہے۔ غیر مہذب اور ثقیل و مبہم الفاظ سے گریز کرنا پڑتا ہے۔

مختصر یہ کہ محاورہ صدیوں کے ردّ و قبول کی گردشوں، تھپیڑوں اور آزمائشوں سے گزر کر زدِ خاص و عام میں معروف ہونے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ محاورہ میں اگر یہ وصف نہ پایا جاتا تو یہ بے معنی ہو کر رہ جاتا۔

حوالہ جات

1۔ فقیر محمد فقیر، ڈاکٹر، پنجابی زبان وادب کی تاریخ، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور، 2002، ص، 52

2۔ مقبول بیگ بدخشانی، مرزا، قواعد پنجابی، عزیز بک ڈپو، لاہور، 1973، ص392

3۔ شہباز ملک، ڈاکٹر، ساڈے اکھان، ڈان بک سوسائٹی، لاہور، 1978، ص12

4۔ مقبول بیگ بدخشانی، مرزا، قواعد اردو پنجابی، ص294

5۔ مرتضیٰ حسن، سید، نسیم اللغات، شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور، (س۔ن)، ص278

6۔ فیروزالدین، مولوی، فیروزاللغات، فیروز سنز، لاہور، (س۔ن)، ص1210

7۔ وارث سرہندی، علمی اُردو لغت، علمی کتب خانہ، لاہور، 1990، ص352

8۔ سردار محمد خان، پنجابی اُردو ڈکشنری، پاکستان پنجابی ادبی بورڈ، لاہور، 2009، ص130

9۔ علی حسن، آئینہ اُردو لغت، خالد بک ڈپو، لاہور، 2000، ص145

10۔ مہذب لکھنوی، مہذب اللغات، نئی دہلی، انجمن ترقی اُردو ہند، 1978، ص490

11۔ بشیر احمد بھائیہ، سرائیکی قواعد، سرائیکی ادبی مجلس، بہاولپور، 1984، ص131

12۔ مہر عبدالحق، ڈاکٹر، سرائیکی دیاں مزید لسانی تحقیقاں، سرائیکی ادبی بورڈ، ملتان، 1985، ص213

13۔ بشیر احمد بھائیہ، سرائیکی قواعد، ص302

14۔ نورالحسن، مولوی، نیّر، نوراللغات، 1985، ص584

15۔ شوکت مغل، سرائیکی محاورے، سرائیکی ادبی بورڈ، ملتان، 2004، ص15

16۔ شوکت مغل، سرائیکی محاورے، ص15

17۔ شہباز ملک، ڈاکٹر، پنجابی لسانیات، ڈان بک سوسائٹی، لاہور، 1990، ص113

18۔ فخرالدین صدیقی، اُردو محاورے، عثمانیہ بک ڈپو، کلکتہ، ص4

19۔ شوکت مغل، سرائیکی محاورے، ص5

20۔ شہباز ملک، ڈاکٹر، ساڈے اکھان، ص12

21۔ آصف خان تنویر بخاری، کن لیکھا، پاکستان پنجابی ادبی بورڈ، لاہور، 1984، ص50

22۔ سید عابد علی عابد، اُسلوب، علی گڑھ بکڈپو، علی گڑھ، 1976، ص74

23۔ شہباز ملک، ساڈے اکھان، ص13

24۔ عابد علی عابد، اُسلوب، ص114

25۔ عابد علی عابد، اُسلوب، ص:75

26۔ جمیل جالبی، ڈاکٹر، تاریخ ادب اردو، جلد سوم، مجلس ترقی ادب، لاہور، 2008، ص234